قرآن میں عجمی الفاظ

شوکت سبزواری

قرآن کی زبان عربی ہے اور فصیح و شستہ عربی۔ قرآن میں ہے، " بلسان عربی مبین"۔ اس لئے قرآن میں عجمی یعنی غیر عربی الفاظ کی کھپت نہ ہونی چاہئیے کہ عجمی الفاظ قرآن فہمی میں سد راہ بن سکتے ہیں۔ عربی الفاظ کا عجمی الفاظ کے ساتھ اختلاط و ارتباط مخل فصاحت بھی ہے۔ عربی لفظوں کے پہلو میں عجمی الفاظ دیکھ کر کہا جا سکتا ہے، " لو لا فصلت آیاتہ أ أعجمی و عربی" قرآنی آیات کی وضاحت کیوں نہیں کی گئی ؟ عربی کا عجمی سے تال میل کیسا! لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں عجمی الفاظ ہیں اور خاصی تعداد میں ہیں۔ علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱ ھ) کے علاوہ جنہوں نے خاص طور سے قرآنی الفاظ پر بحث کی ہے، ائمۂ لغت میں سے ابو منصور الثعالبی (متوفی ۴۳۰ ھ) نے فقہ اللغہ میں اور ابن سیدہ الاندلسی (متوفی ۴۵۸ ھ) نے المخصص میں اجنبی الفاظ کی ایک تشنہ سی فہرست درج کر کے لکھا ہے کہ یہ الفاظ رومی (لاطینی)، یونانی، فارسی وغیرہ زبانوں سے عربی میں درآمد ہوئے۔ اس لئے اس میں شبہ نہ ہونا چاہئے کہ قرآن میں اجنبی الفاظ ہیں، جو فارسی سے بھی لئے گئے ہیں اور لاطینی یا یونانی سے بھی۔ یہ اجنبی الفاظ قرآن میں براہ راست اجنبی زبانوں سے نہیں آئے۔ قرآن نازل ہونے سے بہت پہلے یہ عربی میں راہ پا چکے تھے۔ ٹکسالی سکے کی طرح ان کا چلن عرب جاہلیت میں عام تھا۔ انہیں دیکھ کر مشکل ہی سے کہا جا سکتا تھا کہ عرب کی سر زمین میں یہ اجنبی ہیں۔

عرب قبائل کا، جیسا کہ سیوطی نے " المزھر" میں لکھا ہے، مختلف اقوام عالم سے خلا ملا رہا ہے۔ " لخم اور جذام مصریوں اور نبطیوں کے پڑوسی

تھے۔ قضاعہ ، غسان ، اور ایاد آرامیوں اور عبرانیوں کے، بنو تغلب کا یونانیوں سے تال میل تھا اور بنوبکر کا ھندیوں اور حبشیوں سے ، عبدالقیس (۱) اور ازد عمان ، ھند اور اھل فارس کے پڑوس میں بستے تھے ، اور اھل یمن ھند اور اور اھل حبشہ کے، جزیرہ اور عراق کے باشندوں کا نبطیوں اور فارسیوں سے گہرا ربط ضبط رہا تھا ،، (۲) ان حالات میں یہ ممکن نہ تھا کہ عربی زبان پر پاس پڑوس کی ترقی یافتہ زبانوں کا پرچھانواں نہ پڑے اور آرامی ، عبرانی ، یونانی ، فارسی ، نبطی ، نیز ھندی زبانوں کے الفاظ عربی میں راہ نہ پائیں۔ ان زبانوں کے الفاظ نے عربی میں راہ پائی اور بے دریغ راہ پائی۔ خصوصیت سے وہ الفاظ عربی میں درانہ چلے آئے جن کی عربوں کو ضرورت تھی ، جن کا متبادل عربی میں نہ تھا ، یا جو ایسی نو ایجاد اشیا کے لئے بولے جاتے تھے جو پاس پڑوس کے ملکوں سے عرب میں درآمد ہوئی تھیں ، جیسے ، مختلف اقسام کے ظروف ، لباس ، کپڑے ، قیمتی پتھر ، انواع و اقسام کے کھانے ، حلوے ، دوائیں ، مسالے ، پھول پتیاں ، خوشبوئیں ، عطریات وغیرہ۔ ان چیزوں پر دلالت کرنے والے الفاظ عموماً عربی میں مذکورۃ الصدر زبانوں سے درآمد ہوئے ھیں۔

۲

قرآن میں ھے " باکواب و اباریق و کأس من معین "۔ اس میں کوب ، ابریق ، کاس تین ظروف بیان ہوئے ھیں۔ یہ تینوں عرب میں باھر سے درآمد ہوئے تھے اور جیسا کہ قاعدہ ھے ، اپنے اپنے ناموں کے ساتھ درآمد ہوئے تھے ۔ کم سے کم یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ھے کہ ان کے نام اصلیت کے اعتبار سے عربی نہیں۔

مٹی یا دھات کا برتن جس کا دستہ بھی ھو اور ٹونٹی بھی " ابریق " ھے۔ لوٹا بھی ابریق ھی ھے اور پیالہ یا ڈول بھی۔ اھل اردو نے بھی " ابریق " کو ان معنوں میں استعمال کیا ھے ۔

[redacted]

لیے ہے طشت زمرد کوئی کوئی ابریق
مودبانہ کھڑی ہے ملائکہ کی قطار (صحیفہ ولا)

قافلے والے قدم ماریں جو راہ جذب پر
چاہ سے یوسف کو ابریق جرس میں کھینچ لیں (ریاض البحر)

سریانی میں یہ لفظ ''ابریقا'' ہے۔ ترکی اور کردی میں ''ابریق''، اطالوی میں Brocca فرانسیسی میں Broc ۔ اغلب اور قرین صواب یہ ہے کہ یہ اصلاً فارسی ہے۔ اور فارسی آب ریز (آب + ریز) سے لیا گیا ہے، جس کے معنی ہیں وہ برتن جس سے پانی وغیرہ انڈیلا جائے یعنی آفتابہ ۔ (پنجابی استاوہ) ۔

''کاس'' کے معنی ہیں بڑا پیالہ یعنی قدح (اردو قداح) ۔ یہ لفظ سامی خاندان کی زبانوں میں سے آرامی، بابلی، عبرانی اور سریانی میں بھی ہے۔ فارسی کاسہ، کردی کا سک، سنسکرت کلس یا کلش (اردو کلسا)، لاطینی Calix ، صوتی طور پر اس سے بہت قریب ہیں، اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ لفظ کس زبان کا ہے اور اس کا ماخذ کیا ہے۔

''کوب'' کا دستہ نہیں ہوتا اور نہ اس کی ٹونٹی ہوتی ہے۔ اسے لاطینی Cupa اطالوی Coppa انگریزی Cup فرانسیسی Coupe سے ماخوذ بتایا جاتا ہے۔ لیکن آرامی کے علاوہ، جہاں اس کے معنی ہیں چھوٹے منہ کا گھڑا، یہ لفظ سریانی میں بھی ہے اس لیے بعض اہل علم اسے مواققات اللغات یعنی مختلف الاصل زبانوں کے ملتے جلتے الفاظ میں شمار کرتے ہیں۔

۳

اس منزل پر پہنچ کر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے اس پر غور کر لیا جائے کہ اصل و استعمال اور حسب و نسب کے لحاظ سے عربی الفاظ کی کتنی قسمیں ہیں تاکہ ان کی روشنی میں قرآنی الفاظ کی اصلیت، ماہیت، ان کے رنگا رنگ استعمالات کا کھوج لگایا جا سکے۔

[redacted]

لیکن اس سے پہلے میں یہ واضح کرنا چاہوں گا کہ اسم کی خاص اور عام دو بڑی قسمیں ہیں۔ اسم خاص ، جسے علم بھی کہتے ہیں ، ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل نہیں ہوتا ، جوں کا توں ہر جگہ کسی قدر لہجے یا تلفظ کے فرق کے ساتھ نقل کر دیا جاتا ہے ، اس لیے غیر زبانوں کے اعلام جو قرآن میں ہیں ، جیسے اسحاق ، اسماعیل ، انجیل ، جبرئیل ، میکائیل ، عیسیٰ ، موسیٰ ، سینا ، فرعون وغیرہ ، عجمی الفاظ شمار نہ ہوں گے۔ انہیں عربی میں منتقل کرنا ممکن نہ تھا ، اس لیے ان کو سامنے رکھ کر یہ نہیں کہا جا سکے گا کہ قرآن عربی میں ہے ، عجمی نام اور اعلام نے قرآن میں کیوں کر جگہ پائی ۔

اس سلسلے میں اس امر کی وضاحت بھی میں ضروری سمجھتا ہوں کہ عربی سامی خاندان کی زبان ہے جس کا اپنے خاندان کی قدیم و جدید زبانوں یعنی آرامی کلدانی ، اشوری ، بابلی ، سریانی ، عبرانی ، حبشی سے قریبی ہی نہیں قرابتی تعلق بھی ہے۔ ان زبانوں کے بنیادی الفاظ عربی میں ہیں ، عربی کے الفاظ ان زبانوں میں۔ لیکن ان کی شکل و شباہت بدلی ہوئی ہے۔ عربی میں یہ عربی ماحول اور مزاج کے مطابق ہیں ، ان زبانوں میں ان کے مزاج اور تاریخی ارتقا کے مطابق ۔ اس لیے ان کے کسی لفظ کو کسی ایک زبان کے پلو میں باندھنا اور یہ کہنا درست نہیں کہ یہ لفظ عربی نے عبرانی سے لیا یا اس کے برعکس عبرانی نے عربی سے لیا ۔ اس قسم کے تمام الفاظ ان زبانوں کا مشترک سرمایہ ہوں گے اور ہر زبان کا ان پر مساویانہ حق سمجھا جائے گا ۔

۴

اس توضیح کے بعد آئیے اب عربی الفاظ کو لیں جو عربی ہوتے ہوئے بھی عربی نہیں ۔ پہلی قسم تو ان الفاظ کی ہے جو اصلاً سامی ہیں ۔ عربی اور خاندان کی دوسری زبانوں میں یہ اپنی اصل سے منتقل ہوئے تھے لیکن عربی ذخیرہ الفاظ سے مٹ مٹا گئے اور دوبارہ کسی ہمسر یا ہمعصر زبان سے ، جس میں وہ باقی بچ

[redacted]

رہے تھے، حاصل کر لیے گئے ۔ اس قسم کے الفاظ کو ماخوذ یا مستعار کہیں گے ۔ ایک دو مثالوں سے اس کی وضاحت ہو گی ۔

" صیدان " کے معنی ہیں تانبا ۔ یہ حبشی Sedamat سے ماخوذ ہے ۔ " آسی " طبیب کے معنوں میں سریانی " اسا " سے لیا گیا ہے ۔ " سراب " قرآن کریم میں دو جگہ استعمال ہوا ہے ۔ ایک جگہ اس ریت کے لیے جو لق و دق صحرا میں پانی کی طرح چمکتی اور سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتی نظر آتی ہے ۔ " کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء " ۔ جنگل کے سراب کی طرح جسے پیاسا دیکھ کر پانی خیال کرتا ہے ۔ دوسری جگہ عام ریت کے معنوں میں ۔ " و سیرت الجبال فکانت سرابا " ۔ پہاڑ اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر ریت ہو جائیں گے ۔ بعض اہل علم فارسی سراب (سر = سرا + آب = پانی) سے اس کا جوڑ لگاتے ہیں جو معنوی اور صوتی طور پر حقیقت سے قریب تر نظر آتا ہے ۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ سریانی مادہ شرب (خشک ہونا) سے لیا گیا ہے ۔

دوسری قسم موافقات یا متوافقات کی ہے ۔ یہ وہ الفاظ ہیں جن میں کوئی لسانی رشتہ نہ ہونے کے باوجود صوتی یا معنوی مشابہت ہے ۔ اور یہ مشابہت تمامتر بخت و اتفاق کی پیداوار ہے ۔ ابن جریر طبری نے اس اتفاقی مشابہت کو توافق قرار دیا ہے ۔ ابو منصور ثعالبی نے " فقہ اللغۃ " میں ایک فصل قائم کی ہے ۔ " فی ذکر اسماء قائمۃ فی لغتی العرب و الفرس علی لفظ واحد ۔ (ان اسما کے ذکر میں جو عربی و فارسی دونوں زبانوں میں ہیں اور دونوں میں یکساں ہیں) یہ اسما مثال میں پیش کیے ہیں ۔ تنور ، خمیر ، زمان ، دین ، کنز، دینار ، درہم ۔ " دین " کو ، میں بھی متوافقات میں شمار کرتا ہوں ۔ یہ قرآن کریم میں تقریباً نوے مقامات پر استعمال ہوا ہے ۔ کہیں مذہب اور شریعت کے معنوں میں ۔ ان الدین عند اللہ الاسلام (بے شک دین خدا کے نزدیک صرف اسلام ہے) ۔ کہیں

[redacted]

جزا اور سزا کے معنوں میں۔ ''ملک یوم الدین'' ۔ (خدا یوم جزا کا مالک ہے)۔ کہیں اطاعت اور فرمان برداری کے معنوں میں۔ ''من احسن دیناً ممن اسلم وجهه لله وهو محسن'' ۔ ''اس سے بہتر فرمان بردار کون ہوسکتا ہے جس نے خدا کے سامنے سر جھکایا اور وہ نیک کردار ہے'' ۔ ''دین'' آرامی اور عبرانی کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی ہے۔ فارسی ''دین'' اوستائی مادہ ''دا'' (سوچنا) اور سنسکرت ''دھ'' سے لیا گیا ہے۔ Daena اوستا میں مذہب اور وجدان کے معنوں میں ہے۔ گاتھا میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ عبرانی (نیز آرامی) ''دین'' قانون اور حکم کا مترادف ہے۔ اغلب یہ ہے کہ یہ عربی میں عبرانی سے آیا۔ عربی اور عبرانی دونوں زبانوں میں قاضی یا حاکم کو ''دیان'' کہتے ہیں۔

''بخس'' کو بھی موافقات اللغات ہی میں سے سمجھیے۔ قرآن میں یہ ''نقص الشی علی سبیل الظلم'' یعنی ناجائز طور سے کم کرنے یا گھٹانے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ''وهم فیها لا یبخسون'' ۔ ''ولا تبخسوا الناس اشیائهم'' وہاں (جنت میں) ان کے حق میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ لوگوں کی چیزوں میں ناجائز طور سے کٹوتی نہ کرو۔ اس آیت میں حقیر اور ناقص کے معنوں میں ہے۔ ''و شروه بثمن بخس'' انہوں نے (یوسف کو) نہایت ہی حقیر قیمت میں فروخت کر دیا۔ فارسی ''بخس'' کے معنی ہیں پژمردہ یا ناکارہ۔ ناکارہ اور حقیر میں جو مناسبت یا تعلق ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ۔ بعض اہل علم نے اس مناسبت سے دھوکا کھا کر ہی عربی ''بخس'' کو فارسی ''بخس'' سے ماخوذ قرار دیا ہے جسے میں صحیح نہیں سمجھتا۔

٥

اجنبی الفاظ کی تیسری قسم کو ''معرب'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں عربی بنایا گیا۔ اہل عرب جن الفاظ کو اپنا لیں اور تصرف کے بعد یا بلا تصرف جوں کے توں عربی میں استعمال کرنے لگیں وہ معرب ہوں گے۔ قرآن میں معربات کی بہتات ہے۔ میں صرف ایک دو مثالوں پر اکتفا کروں گا۔

[redacted]

"استبرق" کے معنی ہیں موٹا، ریشمی یا زرتار کپڑا۔ قرآن میں ہے۔ "متکئین علی فرش بطائنھا من استبرق" (تکیہ لگائے ہوئے ایسے فرشوں پر جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے) اس کے بےشمار قرائن ہیں کہ "استبرق" عربی نہیں معرب ہے۔ فارسی استبرہ (موٹا گاڑھا) سے لفظی تصرف کے بعد ("ہ" کو "ق" سے بدل کر) لیا گیا ہے اور آرامی کی وساطت سے عربی میں داخل ہوا ہے۔

"سر بال" قرآن میں کرتے کے معنوں میں دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ سورہ ابراھیم میں ہے "سرابیلھم من قطران" (ان کے کرتے گندھک کے ہوں گے) سورہ نحل میں ہے "وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر و سرابیل تقیکم بأسکم" (خدا نے تمہارے لیے ایسے کرتے بنائے جو گرمی سے تمہیں محفوظ رکھتے ہیں اور ایسے کرتے (زرہیں) جو جنگوں میں تمہارا بچاؤ کرتے ہیں)۔ "سربال" کی اور بھی کئی شکلیں عربی ادب میں مستعمل ہیں۔ سروال، سرویل، سراویل، سراوین، شروال۔ بعض اہل علم اس کی اصل فارسی سر + بال (= قد) بتاتے ہیں۔ (۲) لیکن یہ فارسی "شلوار" (ازار) کا معرب ہے (شل = ران + وار = لاحقۂ نسبت) اس میں لفظی تصرف بھی ہوا اور معنوی بھی۔ شلوار کو سربال بنایا گیا یہ لفظی تصرف ہے۔ ازار کی جگہ قمیص اس کے معنی قرار پائے یہ معنوی تصرف ہے۔ کردی، افغانی، بلوچی میں بھی ازار کو شلوار ہی کہتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ لاطینی Sarabana سے اس کا کوئی رشتہ ہے یا نہیں۔

معرب کی واضح تر مثال "سراج" ہے جس کے معنی ہیں چراغ یا قندیل۔ حضور اکرم کو آپ کے روشن پیغام کے تعلق سے قرآن میں "سراج منیر" کہا گیا ہے۔ اور سورج "سراج وھاج" ہے — سراج کو چراغ کی تعریب سمجھیے۔ یہ آرامی میں بھی ہے اور سریانی میں بھی لیکن اصلاً فارسی ہے — سامی، ترکی وغیرہ زبانوں کا سراج فارسی یا پہلوی چراغ سے روشن ہوا ہے۔

عام طور سے 'معرب' اور 'دخیل' میں فرق نہیں کیا جاتا۔ میں سمجھتا ہوں اہل علم نے ان میں فرق کیا ہے۔ جو الفاظ قدیم زمانے میں جب

[redacted]

عرب قبائل نے اپنے علاقوں سے قدم باہر نہیں رکھا تھا ، اپنائے گئے وہ معرب ہیں — جو عربی تہذیب کی اشاعت و انتشار کے بعد لین دین کے طور پر عربی میں داخل ہوئے وہ دخیل ہیں ۔ لفظ دخیل سے پتا چلتا ہے کہ یہ الفاظ عربی میں درآمد نہیں ہوئے ، در آئے ہیں ۔ ابن منظور افریقی (۳) نے دخیل کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ۔ کلمۂ دخیل : " ادخلت فی کلام العرب ولیست منہ " ابن سیدہ نے " جاموش " کو عربی میں دخیل قرار دیا ہے اور لکھا ہے " تسمیہ العجم گاومیش " ۔ (۴) استاذ ، اسطوانہ ، آئین ، ایوان ، برنامج ، بازج ، بازنجان ، یہ الفاظ عربی میں دخیل ہیں ۔

مولد کا ذکر بھی اس ذیل میں ہونا چاہیے ، جس کے لفظی معنی ہیں محدث ، یعنی نو ایجاد ، اور اس سے مراد جدید نو ایجاد الفاظ ہیں ، جن کا عہد جاہلیت میں چلن نہ تھا ، اور جو بعد میں عربی ذخیرے سے لے کر عربی قاعدے کے مطابق گھڑ لیے گئے ۔ " تفرح " سیرو سیاحت اور تفریح کے معنوں میں مولد ہے ۔ امام راغب اصفہانی نے " ابد " کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے ۔ " اس کے معنی ہیں زمان ممتد ، اس کا تجزیہ نہیں کیا جا سکتا ، اس لیے جمع نہیں آتی ۔ " آباد " بعض لوگوں کے خیال میں نو ایجاد یعنی مولد ہے ۔ " ولیس من کلام العرب " (۵)

۲

پانچ قسم کے الفاظ میں سے ، جن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ، دخیل اور مولد تو قرآن میں جگہ پا نہیں سکتے تھے کہ قرآن نازل ہونے کے بعد یہ عربی میں شامل ہوئے ، قدیم عربی میں ان کا وجود نہ تھا ۔ رہے سامی الفاظ ، سو ان کا شمار چنداں سود مند نہیں ۔ قرآن عربی میں ہے ۔ ظاہر ہے اس کے الفاظ کسی نہ کسی صورت میں ہمسر اور ہمعصر زبانوں میں بھی ہوں گے اور بڑی تعداد میں ہوں گے ۔ یہ موافقات قرآن میں نہ ہونے کے برابر ہیں ۔ ہر چند ان کا مطالعہ دل چسپی سے خالی نہیں لیکن غیر معمولی کنج کاوی کے بغیر ان کا مطالعہ

[redacted]

نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بڑے جوکھوں کا کام ہے۔ ایک لفظ کی بابت جو عربی میں بھی ہے اور کسی اجنبی زبان میں بھی اور دونوں میں یکساں طور سے برتا جا رہا ہے، یہ کہتے ہوئے ہر شخص جھجکتا ہے کہ وہ ایک زبان سے دوسری زبان میں گیا۔ یا دونوں زبانوں میں اس نے ایک ہی شکل پر جنم لیا ہے۔

معربات کی البتہ قرآن میں کثرت ہے۔ شاید اسی لیے اہل علم نے ان کا خصوصی مطالعہ کیا، مسلموں نے بھی اور غیر مسلموں نے بھی۔ آرتھر جیفری کی ایک مستقل کتاب اس موضوع پر ہے جو ۱۹۳۶ء میں بڑودا (بھارت) سے شائع ہوئی تھی۔ (۶) لیکن یہ امر افسوس ناک ہے کہ اس باب میں تحقیق سے تو کام لیا گیا، غیر معمولی کاوش بھی ہوئی، لیکن تعصب یا جانب داری سے بالاتر ہو کر کام کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ نسلی یا قومی تعصب بھی برتا گیا اور اعتقادی یا مذہبی جنبہ داری بھی کی گئی۔ قومی تعصب کا ذکر ابو منصور ثعالبی نے کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تعصب پانچویں صدی ہجری میں بھی تھا، اور ازہری، حمزہ اصفہانی جیسے اساطین ومشاہیر فن و ادب اس میں مبتلا تھے۔ عرب زرد رنگ عماموں کو "سہراۃ" کہتے تھے۔ ازہری "سہراۃ" کو ہرات سے مشتق بتا کر لکھتے ہیں کہ ہرات سے درآمد ہونے کے باعث انہیں سہراۃ کہا گیا۔ حمزہ اصفہانی عربی "سام" (چاندی) کو فارسی "سیم" کا معرب بتاتے ہیں۔ ثعالبی علما کے ان اشتقاقات کو پیش کرکے فرماتے ہیں کہ ان کی تحقیقات میں تعصب کا بڑا دخل ہے۔ ازہری نے ہرات سے ہمدردی کی بنا پر یہ اشتقاق اپنے دل سے گھڑا اور حمزہ اصفہانی نے فارسی سے تعلق کی بنا پر۔ فارسی معربات کی کثرت ثعالبی کے خیال میں بیشتر تعصب اور جانب داری کی رہین منت ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں (۷): "انما تقول هذا التعريب و انما له تكثيراً لسواد المعربات من لغات الفرس وتعصباً لهم"۔

۷

مذہبی جانب داری کے ثبوت میں بعض غیر مسلم اہل علم کی نادر تحقیقات

[redacted]

پیش کی جا سکتی ہیں۔ " الالفاظ الفارسیہ المعربہ " کے عنوان سے ادی شیر کا ایک رسالہ "مطبعہ" کاثولیکیہ (بیروت) سے ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن بعض قرآنی الفاظ کے بارے میں جو تحقیقات اس رسالے میں پیش کی گئی ہیں، وہ بڑی حد تک گمراہ کن ہیں۔ ان کی بنیاد بیشتر قیاس آرائی پر ہے اور کمتر سہل انگاری پر۔ مثلاً " ابد " کی جمع " آباد " کی بابت علامہ راغب اصفہانی کے حوالے سے بعض لوگوں کا یہ قول میں اوپر کہیں درج کر آیا ہوں کہ یہ عربی نہیں مولد ہے۔ ادی شیر نے اس کے یہ معنی سمجھے کہ امام راغب اصفہانی کے نزدیک " ابد " غیر عربی ہے۔ لکھتے ہیں، (۸) " قال الراغب فی مفرداتہ ھو مولد و لیس من کلام العرب "۔ اس کے بعد فرماتے ہیں " میں کہتا ہوں یہ " آباد " کا معرب ہے جس کے معنی ہیں معمور۔ اھل فارس جب کسی شہر یا گاؤں کا نام کسی فرد کے نام پر رکھتے تھے تو " آباد " نام کے آخر میں بڑھا کر کہتے تھے آذر آباد، استر آباد، کرد آباد، فیروز آباد "۔

اس میں متعدد غلط فہمیاں ہیں۔ ۱۔ " ابد " مولد نہیں اس کی جمع " آباد " مولد ہے۔ ۲۔ " آباد " کو امام راغب نے نہیں بعض اور لوگوں نے مولد بتایا ہے۔ ۳۔ " ابد " فارسی " آباد " کا معرب نہیں۔ ۴۔ ابد کو چھوڑ کر اس کی جمع " آباد " کی تعریب بے معنی ہے۔ قرآن میں ہے۔" لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ "۔ " اسوہ " کے معنی ہیں قدوہ جس کی پیروی کی جائے۔ ادی شیر اسوہ کو فارسی " آسا " (قاعدہ قانون یا مثل) کی تعریب بتاتے ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ قدوہ اور قانون میں کوئی مناسبت نہیں لفظی طور سے بھی " اسوہ " کو " آسا " سے ماخوذ اور اس کی بدلی ہوئی عربی شکل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ قانون کے معنوں میں " آسا " جیسا کہ ڈاکٹر معین نے لکھا ہے (۹) فارسی نہیں۔ " مبدل و مصحف " یاسا " مغولی است "

'' رزق '' خالص عربی ہے۔ معنی ہیں عطا ، حصہ ۔ قرآن میں ہے ۔ '' هذا الذی رزقنا من قبل '' (یہ) (پہل) تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہمیں عطا ہوا) ایک دوسرے مقام پر ہے ۔ '' انفقوا مما رزقناکم ''۔ خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ۔ روزی کو عربی میں رزق کہتے ہیں کہ وہ بھی خدا ہی کا عطیہ ہے ۔ ادی شیر '' رزق '' کو '' روزی '' کی ، جو حال کی پیداوار ہے اور کل کا (۱۰) بچہ ، تعریب بتا کر لکھتے ہیں۔ '' وهما بمعنی ''۔ ان کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ '' رزق '' اور '' روزی '' ہم معنی ہیں۔

'' شان '' ادی شیر کے نزدیک '' سان '' کا معرب ہے ، جب کہ سان (سنسکرت سم) کے معنی حال یا اور نہیں ، معنی ہیں مثل اور مانند ۔ قریب قریب یہی حال '' شرب '' کا ہے ۔ اس کے باوجود کہ ان کے نزدیک اس کے بےشمار مشتقات عربی میں مستعمل ہیں ، انہیں اصرار ہے کہ یہ اصل میں فارسی تھا اور فارسی سیراب (سیر+آب) سے لیا گیا ہے ۔

صرف ایک مثال اور پیش کروں گا ۔ '' صیف '' کو کسی معقول شہادت اور لسانی قرینے کے بغیر اٹکل سے انہوں نے فارسی سپید بر (سپید+بر=سینہ) کا معرب سمجھا اور اس کا آخری جز '' بر '' تخفیف کی نذر کر دیا ۔ معنوی مناسبت کے بیان کی وہ ضرورت نہیں سمجھتے ۔ کیوں ؟ اس لیے کہ ان کے نزدیک '' سبب التسمیہ ظاہر ''۔ ہم آپ نہ سمجھیں تو یہ ہماری سمجھ کا قصور ہوگا۔

حواشی

(۱) وعبد القیس تسمی النبق الکنار والملحفه لشوذر وهو چادر (المخصص سفر ۴۱، ص ۴۲)
(۲) الالفاظ الفارسیة المعربه، ص ۸۸
(۳) لسان العرب، جلد ۱۱، ص ۲۳۱
(۴) المخصص، سفر ۴۱، ص ۴۳
(۵) المفردات، تحت لفظ ''ابد''
(۶) The Foreign Vocabulary of the Qur'āņ, Oriental Institute, Baroda 1936.
(۷) فقه اللغة، ص ۲۳۹
(۸) الالفاظ الفارسیه المعربه، ص ۶
(۹) برهان قاطع جلد ۵، تعلیقات، ص ۳۸
(۱۰) پہلوی، روچیک، فارسی روزی (روز+ی